

محمد عاصم *

ڈاکٹر محمد ارشاد اویسی **

اردو اور پنجابی زبان کا تعلق

(Relation of Urdu & Punjabi Language)

Abstract:

Language is considered the best medium of expression. Every language of the world has its own identity in terms of its structure and usage. Urdu and Punjabi belong to the same family of languages, due to which they have a lot of commonalities. Despite this, the relationship between the two languages is seen through differences. Both languages are languages with high literary traditions and an atmosphere of cooperation and harmony is created through mutual translations between them. According to some researchers, Urdu is derived from the Punjabi language, but some deny this concept on linguistic grounds. Urdu has become the language of communication in Pakistan due to which there is a need to strengthen its relationship with other Pakistani languages. The more sustainable and free from differences this relationship is, the more it will help in the development of Urdu and Pakistani languages. By

promoting mutual commonalities between Urdu and Punjabi language, both languages can be brought closer so that their speakers can benefit from the knowledge and literature available in both languages. In this article, linguistic and historic relation of Urdu and Punjabi language has been analyzed in terms of their beginning.

Keywords:

Urdu, Punjabi Language, Indo-European Languages, Mutual Translations, Beginning of Urdu, Beginning of Punjabi Language, Relation of Urdu & Punjabi.

دنیا کی ہر زبان اپنی ماہیت، اظہار اور لسانی و ثقافتی تنوع کے باعث دوسری زبانوں سے منفرد تجھی جاتی ہے۔ زبان کی یہی انفرادیت اس کے بولنے والوں میں بھی بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے جس کا باعث ماحول اور تہذیب و ثقافت کا زبان پر اثر انداز ہونا ہے۔ ہر خطے کی زبانیں ایک دوسرے کے ساتھ سالہساں رہنے کی وجہ سے اپنے بولنے اور سمجھنے والوں کے لئے مشترک ذخیرہ الفاظ کو جنم دیتی ہیں جس کے ذریعے ان زبانوں میں لسانی، صوتی اور زبان و بیان کے حوالے سے ہم آہنگی اور قربت کی فضای پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی بھی زبان کا دوسری زبان کے الفاظ کو اپنے اندر جگہ دینا اس کے لچکدار ہونے کی علامت ہے۔ یہ خصوصیت زبان میں وسعت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافے کا سبب بنتی ہے۔ زبانوں کا ایک دوسرے پر اثر انداز ہونا ایک فطری امر ہے جس کے ذریعے زبانیں پھلتی پھولتی ہیں اور ان کے ذخیرہ الفاظ میں ہر گزرنے والے لمبے کے ساتھ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اردو اور پنجابی کی بات کریں تو دونوں زبانیں ایک ہی خطے سے متعلق ہیں اور ان کا اشتراک

صدیوں پر محیط ہے۔ دونوں زبانوں کے مابین قربت کا یہ سلسلہ کب اور کیونکر پروان چڑھا، اس بات کو جاننے کے لئے دونوں زبانوں کی ابتداء کے متعلق جانا نہایت ضروری ہے تاکہ بنیادی اشتراک و اختلاف کو اجاگر کر کے وسیع النظری سے عصر حاضر تک کے مشترکات کو فروغ دے کر دونوں زبانوں کو قریب تر لانے کے لئے مزید اقدامات اٹھائے جاسکیں۔ اردو کو چونکہ پاکستان میں قومی زبان کا درج حاصل ہے اس لئے یہ نہایت اہم ہو گا کہ دیگر پاکستانی زبانوں کے اردو سے روابط کو تحقیق کے ذریعے سامنے لایا جائے تاکہ اردو کی قبولیت میں اضافہ ممکن ہو، جبکہ دوسری طرف پاکستانی زبانوں کے فروغ میں بھی ہر قدم یوں موثر ثابت ہو گا کہ وہ اردو کو رابطے کی زبان مانتے ہوئے اپنی اپنی زبانوں کو مزید وسیع بنانے کے لئے کاوشوں کو تیز تر کر دیں گے۔

اردو کی ابتداء کے مختلف نظریات اسے پنجابی سے ماخوذ، دکن و سندھ سے اس کی ابتداء، برج بھاشا کو اس کا سرچشمہ سمجھنا اور کھڑی بولی کو اس کا منبع تصور کرنا وغیرہ پیش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ماہرین لسانیات کے گروہ اپنے اپنے نظریہ کو درست قرار دینے کے لئے مختلف قسم کی لسانی و فکری توجیحات پیش کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ اردو کی ابتداء کہاں اور کیسے ہوئی ایک بات پر سبھی محققین متفق نظر آتے ہیں کہ اردو کا تعلق ہندیورپی خاندان کے ہند ایرانی یا آریائی گروہ اللہ سے ہے۔ ہندیورپی ہی وہ خاندان ہے جس میں موجود زبانیں اپنے ادب عالیہ کے باعث دنیا بھر میں منفرد مقام رکھتی ہیں۔ یہ زبانیں اپنی ساخت کے اعتبار سے قریب تر ہونے کے باعث ایک دوسرے سے گھل مل جاتی ہیں۔ سید محی الدین قادری زور اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

”ہندیورپی: یہ خاندان اللہ سب سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ اس میں اکثر ایسی زبانیں داخل ہیں جو اپنے ادبی اور علمی ذخیروں کے لحاظ سے دنیا کی سب سے اعلیٰ زبانیں کہلائی جاسکتی ہیں۔ ان زبانوں

کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اجزا ایک دوسرے سے اس قدر گھل مل جاتے ہیں اور ان میں اس قدر تغیر و تبدل پیدا ہو جاتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک ہی لفظ مختلف شکلوں اور متعدد معنوں میں مستعمل نظر آتا ہے۔”⁽¹⁾

سید مجی الدین قادری زور کے اس بیان کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو اور پنجابی چونکہ ایک ہی خاندان السنہ سے متعلق ہیں اس لئے ان میں اشتراک بھی اختلاف کی نسبت زیادہ مقدار میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں زبانوں کے ذخیرہ الفاظ میں بھی الماء کے سرسری فرق کے ذریعے کثرت سے امتزاج پایا جاتا ہے۔ دوسری طرف اپنے ہی متنز کرہ نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے سید زور قادری گریر سن کے اس نظریہ کی بھی تردید کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہندوستان میں آریا دو گروپوں کی صورت میں وارد ہوئے جس کی بنابر وہ زبانوں کو دو دائروں ”اندرونی دائرہ کی زبانیں“ اور ”بیرونی دائرہ کی زبانیں“ یعنی شمال و جنوب اور جنوب و مغرب میں تقسیم کرتے ہیں۔ سید زور قادری گریر سن کے مأخذ مواد کی صحت سے انکار کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی نفی کر دیتے ہیں کہ دونوں دائروں کی زبانیں الگ الگ گروہوں اور نسلوں سے متعلق ہیں۔ یعنی وہ ان دونوں دائروں کی زبانوں کو الگ الگ طبقات سے متعلق تسلیم نہیں کرتے۔ اس ضمن میں ان کی یہ رائے ملاحظہ کیجئے:

”بیرونی دائرہ میں پنجابی، سندھی، گجراتی، راجپوتی، مرہٹی، مشرقی

ہندی کی قسمیں اور ان کے علاوہ بہاری، بہگالی، اڑیہ اور آسامی

شامل ہیں۔ اندرونی دائرہ میں مغربی ہندی اور اس کی شاخیں بالکل تو،

قتو جی اور برنج بھاشا وغیرہ،

گریر سن اور ان کے تبعیین کا یہ نظریہ زیادہ دقیع نہیں معلوم ہوتا۔

انہوں نے جس مواد سے کام لیا ہے۔ وہ نسبتاً بعد کا ہے۔ اور ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ اندر ورنی بیرونی دائرہ کی زبانیں دو چداجہ انسلوں اور گروہوں کی پیداوار ہیں۔ ان میں کوئی ایسی خاص خصوصیتیں تو نہیں جن کی بنابریہ رائے تسلیم کی جاسکتی ہو۔”^(۲)

درج بالا رائے کو بنظرِ غائردیکھیں تو پہنچاتا ہے کہ سید زور قادری پنجابی اور برج بھاشا جسے اردو کا منع تصور کیا جاتا ہے کو محض اس بنیاد پر دوالگ نسل کی زبانیں نہیں سمجھتے کیونکہ گریر سن نے یہ ثابت کرنے کے لئے جو مواد استعمال کیا ان کے مطابق وہ قدیم دور سے متعلق نہیں ہے اور نہ ان زبانوں میں ایسی خصوصیات موجود ہیں جن کی بنیاد پر انہیں دوالگ نسلوں کی زبانیں مان لیا جائے۔ ان کی یہ رائے پنجابی اور اردو کو دوالگ نسلوں کی زبانیں ماننے کے خلاف ہے اور اس نظریہ کو تقویت دیتی ہے کہ اردو اور پنجابی ایک ہی خاندان و نسل سے متعلق زبانیں ہیں جس کی اصل ان دونوں زبانوں میں موجود لسانی مشترکات ہیں۔

دوسری طرف پنجابی کی ابتداء کے نظریات کا جائزہ لینے سے پہلے یہ جانا ضروری ہے کہ پنجابی زبان سے عام طور پر کیا مراد لیا جاتا ہے۔ پنجابی کو پنجاب کی زبان کے طور پر جانا جاتا ہے اور پنجاب سے ہی اس کا نام پنجابی مانوڑ ہے۔ ڈاکٹر احمد حسین قلعداری اس حوالے سے یوں رقمطر از ہیں:

”پنجابی زبان سے عام طور پر وہ زبان مرادی جاتی ہے جو پانچ دریاؤں کی وادی میں بولی جاتی ہے۔ اس کا یہ مفہوم بہت وسیع ہے۔ کیونکہ ہندو پاکستان کی سر زمین جس میں پنجاب کا خطہ شامل ہے، بہت پرانی تاریخ کا حامل ہے جس میں صدھا تہذیبیں گزریں اور ہزارہا بولیاں مروج ہوئیں۔“^(۳)

پنجاب اپنی تاریخ و ثقافت کی وجہ سے زمانہ قدیم میں بھی ترقی کا محور رہا ہے۔ ہزارہا سال کی تاریخ میں زبان نے بھی کئی ارتقائی مرحلے کئے ہیں۔ جن کے بعد یہ اپنی موجودہ صورت میں موجود ہے۔ ان ارتقائی مرحلے میں تہذیبی و ثقافتی اور علمی و ادبی سمجھی تغیریں و تبدل شامل تھا جو کسی بھی زبان کی نشوونما اور بقا کے لئے ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ پنجابی زبان کی وسعت اور گہرائی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ناطہ زمانہ قدیم کے انسان سے رہا ہے اور یہ مختلف زمانوں سے گزر کر عصر حاضر کی زبان تک پہنچی ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق جاوید تو اسے انسان کے وجود جتنا قدیم مانتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں:

”پنجابی زبان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے، جتنا پنجاب میں خود انسان کا وجود۔ زبان کی تشكیل اور ارتقائی میں ان تمام عناصر اور عوامل نے بھرپور حصہ لیا جن سے خود پنجاب کی تاریخ عبارت ہے اور یہ تاریخ نہایت ہی قدیم، مسلسل اور بو قلموں ہے۔“^(۲)

دنیا کی قدیم زبانیں ہی تمام زبانوں کا منبع و سرچشمہ ہیں۔ چونکہ زبان تہذیب و ثقافت کا جزو لازم ہوتی ہے اس لئے تہذیبی ترقی کے ساتھ زبان کی ترقی بھی ایک فطری عمل ہے۔ انسان نے ایک دوسرے سے تعلق پیدا کرنے کے لئے زبان کا ہی سہارا لیا۔ جو تہذیب جتنی پرانی ہو گی اس کی زبان بھی اتنی ہی قدیم سمجھی اور مانی جائے گی۔ سلیمان گنگی بھی پنجابی کو ہی دنیا کی قدیم زبان قرار دیتے ہیں، ان کی یہ رائے اور تفہیم کے لئے اس کا ترجیح ملاحظہ کیجئے:

”موجودہ پنجابی زبان زباناں دی او سے لڑی دی جدید شکل اے
جیہڑی منڈا قبیلیاں توں وی پہلاں ٹری تے ایخوں تیک پُجی.....
جدوں اسیں ایس دعوے نوں من لینے آں کہ اسیری، سمیری،

بালیٰ تے مصری تہذیب توں پرانی اک تہذیب پنجاب دے
پوٹھوہاری علاقے وچ موجود سی تے ایہہ وی من لینا چاہیدا اے کہ
پنجابی ہی اوہ زبان اے جیہڑی ڈنیادی سبھ توں قدیم تے پرانی زبان
اے کیوں جے زبان وسیب توں ہی بھٹھدی اے تے وسیب بندیاں
..... اے نال پنگردا

ایس پاروں ایہہ گل بغیر کسے تردید تے خوف دے آکھی جاسکدی
اے کہ سوال دریا دی وادی وچ وسدے لوکاں جیہڑی زبان دی
نینہ رکھی، اوہ زبان ای سبھ تو پہلی زبان اے تے اوس زبان دا ناں
اے پنجابی.....^(۵)

سلیم خان گئی کی اس رائے کو اردو میں پیش کریں تو ان کا کہنا ہے کہ موجودہ پنجابی زبان
زبانوں کے اسی سلسلے کی جدید شکل ہے جو منڈا قبیلوں سے بھی پہلے شروع ہوئی اور یہاں تک پہنچی.....
جب ہم اسی دعویٰ کو مان لیتے ہیں کہ اسیری، سمایری، بابلی اور مصری تہذیبوں سے پرانی ایک تہذیب
پنجاب کے علاقہ پوٹھوہار میں موجود تھی تو یہ بھی مان لینا چاہیے کہ پنجابی زبان ہی وہ زبان ہے جو دنیا کی
سب سے قدیم اور پرانی زبان ہے کیونکہ زبان تہذیب و ثقافت سے ہی جنم لیتی ہے اور تہذیب و
ثقافت انسانوں سے ہی وجود پاتی ہیں..... اس لئے یہ بات بغیر کسی تردید اور خوف کے کبھی جاسکتی ہے کہ
دریائے سواں کی وادی میں رہنے والے لوگوں نے جس زبان کی بنیاد رکھی وہی زبان سب سے پہلی
زبان ہے اور اس زبان کا نام ہے پنجابی۔

سلیم خان گئی کے اس بیان کے مطابق پنجابی کی ابتداء منڈا قبائل سے بھی پہلے ہوئی اور
چونکہ پنجاب کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں سے بھی قدیم ہے اس لئے پوٹھوہار کے علاقے
میں دریائے سواں کے کنارے آباد لوگوں کی زبان کو بھی قدیم ترین زبان کا درجہ حاصل ہو گا۔

ان کے اس نظریہ سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس لحاظ سے اردو سمیت اس خطہ کی تمام زبانوں سے قدیم زبان پنجابی ہے اور اسی سے دوسری زبانوں نے جنم لیا ہے۔ اردو کی پنجابی سے قربت اور اشتراک کی بھی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اصل سے تدریجی مراحل طے کر کے زبانیں ظہور پذیر ہوتی ہیں، لہذا اردو اور پنجابی کے مابین رشتہ بھی فطری ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی اور تدریجی بھی ہے۔

پنجابی محققین سلیم خان ^{گئی} اور محمد آصف خان پنجابی زبان کو دنیا کی قدیم ترین زبان قرار دیتے ہیں جیسا کہ سلیم خان ^{گئی} کا نقطہ نظر گز شتہ سطور میں پیش کیا جا چکا ہے جو دراصل انہوں نے محمد آصف خان سے متاثر ہو کر ہی اپنایا ہے جو ان سے بھی ایک قدم آگے جا کر پنجابی کے ہند آریائی خاندان سے متعلق ہونے سے ہی انکاری ہیں۔ ان کے مطابق بھی پنجابی کو کسی خاندان اللہ سے جوڑنا درست نہیں کیونکہ یہ منڈا، دراوڑی اور سنکرت کے وجود میں آنے سے قبل وجود رکھتی تھی۔ اس ضمن میں ان کی رائے ملاحظہ کیجئے:

”پنجابی نہ تال مُنڈا تے دراوڑی ٹبرنال ہے اتے نہ ہند آریائی ٹبرنال

تعلق رکھدی ہے۔ ایہہ اودوں وی موجود سی، جدوں مُنڈا تے

دراوڑی بولن والے ابھتے آئے۔ ایہہ اودوں وی موجود سی، جدوں

ویدی بولن تے سنکرت لکھن والے ابھتے آئے۔ ایہہ اودوں وی

موجود سی جدوں شک، پہلوی، یونانی بولن والے ابھتے آئے۔ ایہہ

اوڈوں وی موجود سی، جدوں عربی، فارسی، انگریزی تے اردو بولن

والے ابھتے آئے۔ سہنماں نال ایہدے ولوں دان پروان ہویا

ہے۔ ساریاں بولیاں دا ایہو وہار ہے۔ لفظائی دیاں بُجھ ساخجھاں

پاروں ایس نوں کسے لسانی ٹبرنال جوڑنا اکا ای غلط ہے، بے تھہوا

(۶)
ہے۔

محمد آصف کی اس رائے کو اردو میں بیان کریں تو وہ کہتے ہیں کہ پنجابی نہ تو منڈا اور دراوڑی خاندان سے متعلق ہے اور نہ اس کا تعلق ہند آریائی خاندان سے ہے۔ یہ تب بھی موجود تھی جب منڈا اور دراوڑی بولنے والے یہاں آئے، یہ تب بھی موجود تھی جب ویدی بولنے اور سنکریت لکھنے والے یہاں آئے۔ یہ تب بھی موجود تھی جب شک، پہلوی، یونانی بولنے والے یہاں آئے۔ یہ تب یہی موجود تھی جب عربی، فارسی، انگریزی اور اردو بولنے والے یہاں آئے۔ سب سے اس کا رشتہ استوار ہوا۔ سب زبانوں کا یہی منع ہے۔ ذخیرہ الفاظ کے اشتر اک کے باعث اسے کسی خاندان اللہ کے ساتھ جوڑنا بالکل غلط ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔ محمد آصف خان کی اس رائے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اس نظریہ کے بھی خلاف ہیں کہ پنجابی سے اردو وجود میں آئی بلکہ وہ اردو کے اس خطہ میں وارد ہونے سے پہلے پنجابی کے وجود کے قائل ہیں۔ اس لئے اردو نے پنجابی سے اثرات تو قبول ضرور کرنے ہوں گے مگر اس کی ابتداء و پیدائش پنجابی کے بطن سے نہیں ہوئی۔ بہر حال صدیوں تک ساتھ رہنے کے باعث دونوں زبانوں میں مشترکات کا پیدا ہو جانا فطری عمل ہے۔

سلیم خان گئی اور محمد آصف خان کے رائے کے بر عکس ڈاکٹر سید اختر جعفری منڈاری کو پنجاب کی سب سے قدیم زبان قرار دیتے ہیں اور اسے ہی پنجابی کا سرچشمہ گردانہ ہیں۔ ان کی رائے ملاحظہ کیجئے:

”منڈاری ہی اس خطے کی بولی جانے والی پہلی زبان ہے۔ منڈاری زبان کے بہت سے الفاظ آج بھی پنجابی زبان میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ خاص طور پر دو چشمی حائے والے الفاظ کا تعلق منڈاری زبان سے ہے۔ اسی لئے منڈاری ہی پنجابی زبان کا سرچشمہ اور منع تصور کی جاتی ہے۔ کیونکہ پنجابی زبان نے اسی زبان کا دُودھ پیا اور

اسی زبان میں اپنا سفر شروع کیا تھا۔^(۷)

ڈاکٹر سید اختر جعفری اپنی متذکرہ رائے کے ثبوت میں کوئی ٹھوس دلیل لانے میں قاصر رہے ہیں جبکہ سلیم خان گنگی اور محمد آصف خان نے تاریخی حوالوں سے پنجابی کو خطہ پنجاب کی سب سے قدیم زبان قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں ایک اور رائے ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کی ہے جن کے مطابق پنجاب میں راجپوتانہ یا ہندو قوموں کا زور تھا اور وہاں پر اکرت کا دور دورہ تھا۔ انہی قبائل نے پر اکرت کو اپ بھرنش بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہی اپ بھرنش پرانی پنجابی ہے جو مختلف مراحل سے گزر کر دیگر زبانوں کی ملاوٹ سے موجودہ صورت تک پہنچی ہے۔^(۸)

محمد آصف خان پنجابی کو سنسکرت سے ماخوذ بھی ہرگز نہیں مانتے۔ ان کے نزد یہکہ پنجابی اور سنسکرت کے مابین موجود ذخیرہ الفاظ کا اشتراک تو موجود ہے مگر اسے سنسکرت کی جھوٹی میں ڈالنا غیر سائنسی اور لسانیات کے اصولوں کے منافی ہے۔^(۹)

اردو اور پنجابی کے باہمی تعلق کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کچھ محققین کے مطابق اردو کا ماخوذ پنجابی زبان ہے۔ ان میں سرفہرست نام حافظ محمود شر انی کا ہے جنہوں نے مختلف لسانی و علاقائی دلائیل کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اردو نے پنجابی سے ہی جنم لیا، اس بابت ان کی شہرہ آفاق رائے ملاحظہ کیجئے:

”اردو اور پنجابی کے صرف کا ڈول تمام تر ایک ہی منصوبہ کے زیر اثر تیار ہوا۔ ان کی تذکیرہ و تائیث اور جمع و افعال کی تعریف کا اتحاد اسی ایک نتیجے کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اردو اور پنجابی زبانوں کی ولادت گاہ کا مقام ایک ہے۔ دونوں نے ایک ہی جگہ تربیت پائی ہے اور جب سیانی ہو گئی ہیں تب ان میں جدا ہی واقع ہوئی ہے۔“^(۱۰)

مگر ان کے بعد آنے والے محققین نے اس نظریہ کو سائنسی بنیادوں پر رد کر دیا۔ اس ضمن میں سید مجی الدین قادری زور کی رائے پر اکتفا کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ اردو اور پنجابی دونوں کے آغاز و ارتقا کے بارے میں متوازن روایہ اختیار کرتے ہیں:

”اردو کا سنگ بنیاد دراصل مسلمانوں کی فتحِ دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا چکا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اُس وقت تک ایک مستقل زبان کی حیثیت نہیں حاصل کی۔ جب تک مسلمانوں نے اس شہر کو اپنا پایہ تخت نہ بنا لیا..... موجودہ زمانے میں یہ بتانا مشکل ہے کہ کس ٹھیک ٹھیک وقت سے پنجاب کی اور نواحِ دہلی کی زبان میں فرق پیدا ہونے لگا۔ یقین ہے کہ یہ فرق مسلمانوں کے قبضہ دہلی کے بعد سے شروع ہوا ہے۔ ابتداء میں وہ صرف ایک تدریجی تغیر ہو گا۔ مگر آخر کار ان دونوں مقامات کی یولیوں کے درمیان ایک خلیج حائل ہوتا گیا کہ ایک پنجابی بن گئی اور دوسرا کھڑی بولی۔ اردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے بلکہ اس زبان سے جوان دونوں کی مشترک سرچشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بعض باتوں میں پنجابی سے مشابہ ہے اور بعض میں کھڑی سے۔ لیکن مسلمانوں کے صدر مقام صدیوں تک دہلی اور آگرہ رہے ہیں۔ اس لئے اردو زیادہ تر کھڑی بولی ہی سے متاثر ہوتی گئی۔“^(۱)

سید مجی الدین قادری زور نے پنجابی اور اردو کے مابین فطری تعلق کو بیان کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔ وہ اردو کو پنجابی کا ماخذ یکسر نہیں مانتے بلکہ دونوں زبانوں کو ایک مشترک زبان سے مانخوذ تصور کرتے ہیں۔ مگر وہ اس بات کا بھی اعادہ کرتے ہیں کہ اردو پنجابی

اور کھڑی بولی دونوں سے الگ زبان ہے جو کھڑی بولی کے قریب تر رہنے کے باعث اس کا اثر قبول کرتی ہے۔ دوسری طرف بعض پنجابی محققین بھی اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ اردو پنجابی سے ماخوذ ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کا نام سب سے نمایاں ہے۔ ان کے مطابق پنجابی چونکہ اردو کا سرچشمہ ہے اس لئے اس کے مشابہہ بھی ہے۔ وہ پنجابی اور اردو کو ماں بیٹی قرار دیتے ہیں اور دونوں زبانوں کے یکساں خدوخال کو اسی رشتے سے یوں منسوب کرتے ہیں:

”پنجابی اردو کا منبع و مخرج ہونے کے حیثیت سے قدرتی طور پر اس کی مشابہہ اور مثال ہونی چاہیے۔ ماں، بیٹی کے چہروں میں خدوخال کی یکسانیت کا اصول روزاول سے فطری طور پر رواں دوال ہے اور زندہ زبانوں میں تو اس لسانی ربط ضبط کی رفتار ہمیشہ اسی طرح اپنے راستے پر چلتی رہے گی اور وقت کے خارجی اثرات اسے روکنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔^(۱۲)

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کی متنزد کردہ رائے ہے جو کسی تحقیقی یا لسانی تجربہ و تحقیق کا نتیجہ نہیں ہے۔ دو زبانوں میں مشترکات کا پیدا ہو جانا تاریخی اور تدریجی عمل کا حصہ ہوتا ہے جس سے زبانوں کو ہر زمانے میں گزرنا پڑتا ہے۔ صدیوں تک ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے باعث ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں اپنی جگہ بنالیتے ہیں مگر اس ارتقائی عمل سے یہ بالکل اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ فلاں زبان نے فلاں زبان سے جنم لیا ہے۔ لسانی ممالک دنیا کی متعدد زبانوں میں موجود ہیں۔ بعض تو دنیا کے مختلف خطوط سے متعلق ہیں مگر مشترک ذخیرہ الفاظ کی حامل ہیں۔ نئی زبانیں قدیم زبانوں سے اثر ضرور قبول کرتی ہیں مگر زبان کی پیدائش ایک الگ لسانی و لسانیاتی موضوع ہے جو محض مشترک الفاظ و گرامر کی موجودگی کو زبانوں کے ظہور پذیر ہونے سے ہرگز تغیر نہیں

کرتا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پنجابی اردو سے قدیم زبان ہے اور تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کے لئے 'پنجابی' کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کے مطابق سُندر داس جن کی تاریخ پیدائش ۱۵۲۶ء ہے نے سب سے پہلے پنجابی لفظ زبان کے لئے استعمال کیا جکہ سودا آنے پنجابی مرثیے بھی لکھے۔^(۱۳) پنجابی کے کئی دیگر نام بھی تاریخ میں مستعمل رہے ہیں۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کے مطابق مغربی پنجاب یا الہند ازبان کئی اور ناموں سے بھی موسوم رہی ہے جن میں ہند کو، جنکی، ملتانی پوٹھواری وغیرہ شامل ہیں۔^(۱۴)

جنوبی پنجاب میں بولی جانے والی پنجابی کو اب سراینکی کہا جاتا ہے۔ مختلف پنجابی محققین سراینکی کو پنجابی کا ہی حصہ سمجھتے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر شہباز ملک نے اپنے کتاب "پنجابی لسانیات میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔^(۱۵) اسی طرح سردار محمد خان نے اپنی کتاب "پنجابی زبان" میں سراینکی کو ملتانی بہاؤ پوری پنجابی قرار دیا ہے۔^(۱۶) جبکہ ڈاکٹر نوید شہزاد نے اپنی کتاب "پنجاب کا لسانی مزاج" میں بھی سراینکی کو پنجابی کا ایک لمحہ قرار دیا ہے۔^(۱۷)

اردو اور پنجابی کے تعلق پر مزید بات کریں تو یہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اردو اور پنجابی میں گرامر اور تلفظ کا فرق موجود ہے۔ مگر سرم الخط ایک جیسا ہونے کے باعث دونوں زبانوں کے قارئین تحریر کو پڑھ سکتے ہیں جبکہ اس کی تفہیم بھی کسی حد تک ممکن ہو جاتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اردو پر پنجابی نے گھرے اثرات مرتب کئے ہیں اور اردو قارئین پنجابی کو بولنے اور سمجھنے پر دوسری زبانوں کے قارئین کی نسبت بہتر قدرت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر بنarsi داس جیمن اس ضمن میں یوں تحریر کرتے ہیں:

"پنجابی خاص کر مشرقی تے وسطی پنجاب دیاں بولیاں ہندوستانی نال

بہت مل دیاں نیں۔ تھوڑا جیہا تلفظ داتے گرامر دا فرق اے۔

ہندوستانی بولن والا پنجابی نوں تے پنجابی بولن والا ہندوستانی نوں
آسانی نال سمجھ لیندا اے۔ کئی عالمان دا تال ایہہ خیال وی اے
کہ اردو دی تہہ وج پنجابی دا اثر اے۔”^(۱۸)

ڈاکٹر بنارسی داس جیں اردو اور پنجابی کے باہمی تعلق کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پنجابی بالخصوص مشرقی اور وسطیٰ پنجاب کی بولیاں ہندوستانی سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ تھوڑا بہت تلفظ اور گرامر کا فرق ہے۔ ہندوستانی بولنے والا پنجابی اور پنجابی بولنے والا ہندوستانی آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ کئی علماء کا تو یہ مانتا ہے کہ اردو کی تہہ میں پنجابی کا اثر ہے۔ ڈاکٹر بنارسی داس جیں کی بات اس حد تک کل درست ہے کہ اردو اور پنجابی بولنے اور پڑھنے والے قدرے آسانی سے دونوں زبانوں کی تحریروں کو پڑھ لیتے ہیں اور سمجھنے کے قابل بھی ہو جاتے ہیں مگر ان لسانی مماثلوں کی وجہ سے یہ قرار دینا مشکل ہے کہ اردو کا جنم پنجابی کی کو کہ سے ہوا ہے کیونکہ ایک زمانے میں موجود دوزبانیں ارتقائی مراحل طے کر رہی ہوتی ہیں اور وہ ایک ہی وقت میں موجود ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر ان کے لسانی اثرات بسید از قbas نہیں ہوتے۔

اردو اور پنجابی کا بطور زبان موازنہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی تہہ تک پہنچنا بھی بے حد ضروری ہے کہ تدریس و تعلیمی سطح پر اردو کو کیوں کر قبول عام حاصل ہوا ہے جبکہ پنجابی اس حوالے سے بالکل پیچھے کہیں رہ گئی ہے جس کی بنیادی وجہ اس کو تعلیم و تدریس کا حصہ نہ بنا ہے۔ اس کی کے باعث پنجابی ادب کی زبان تو بن گئی مگر علم و فنون کو اس کے قالب میں نہیں ڈھالا گیا۔ جو زبان روزی کے اسباب کے ساتھ جوڑ دی جاتی ہے اس کی ترویج و ترقی خود بخود ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اردو کے معاملے میں تو پھر بھی حوصلہ افزاء اقدامات اٹھائے جاتے رہتے ہیں مگر پنجابی کو اس حوالے سے یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر بنارسی داس جیں اس

صور تحال کو یوں بیان کرتے ہیں:

”جد اسیں پنجابی دا ہور نال علمی زباناں مثلاً اردو، ہندی، بھگالی، گجراتی، مراٹھی وغیرہ نال مقابلہ کریئے تاں پنجابی بہت پچھے رہ جاندی اے۔ قصے کہانیاں دے ساکے تاں پنجابی وچ (نشر نظم دوہاں وچ) بڑی چنگی طرح بیان کیتے جاسکدے نیں۔ پر جد ایہدے وچ کوئی سائنسی یا فلسفی داعمالانہ مضمون لکھنا ہو وے تاں بڑی اوکھے ہوندی اے۔ کیوں جو ایہدے وچ اصطلاحی لفظ ابے تائیں نہیں گھڑے گئے۔ ابے تیک ایہدے بجھے تے گرامروی پوری طرح پکے نہیں ہوئے۔ تلفظ تے لغت دا تاں کہنا ای کیا اے جد پڑھے لکھے پنجابی آپس وچ گلاں کرن لگدے نیں۔ پنجابی، اردو، انگریزی، ہندی دی کھچڑی بنا دیندے نیں۔ ایں ساری ٹوٹ دا سبب اکو ای اے یعنی ایہہ سکولاں، کالجاں دی پڑھائی دی زبان نہیں بنی۔“^(۱۹)

ڈاکٹر بنارسی داس جین کی متنز کرہ رائے کو اردو میں بیان کرنا مناسب ہو گا، ان کا کہنا ہے کہ جب ہم پنجابی کا دوسرا علمی زبانوں مثلاً اردو، ہندی، بھگالی، گجراتی، مراٹھی وغیرہ سے مقابلہ کرتے ہیں تو پنجابی بہت پچھے رہ جاتی ہے۔ قصے کہانیاں تو پنجابی زبان میں بہت بہتر طریقہ سے بیان کئے جاسکتے ہیں مگر جب اس میں کوئی سائنسی یا فلسفہ کا عالمانہ مضمون لکھنا ہو تو بڑی وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس میں اصطلاحات ابھی تک نہیں بنائی گئیں۔ ابھی تک اس کے جھے اور گرام بھی پختہ نہیں ہوئے۔ تلفظ اور لغت کا تو اللہ ہی حافظ! جب پڑھے لکھے پنجابی آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو پنجابی، اردو، انگریزی، ہندی کی کھچڑی بنا دیتے ہیں۔ اس سب خرابی کا سبب ایک ہی ہے یعنی پنجابی سکولوں

کالجوں میں تعلیم کی زبان نہیں بنی۔

تصویر کا دوسرا رُخ یہ بھی ہے کہ پنجاب اور پنجابیوں نے اردو کے فروغ کے لئے بے پناہ خدمات سر انجام دیں اور اپنی زبان پنجابی کے ساتھ ساتھ اردو کو اپنایا۔ مدارس میں پنجابی اور اردو دونوں کی تعلیم و تدریس کا اہتمام ہوتا تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ مدارس میں صرف اردو کا شہر ہو گیا اور پنجابی کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ ضرورت تو اس امر کی تھی کہ دونوں زبانوں کو نصاب کا حصہ بنایا جاتا تاکہ طبائع زبان کے ساتھ اپنی تہذیب و ثقافت سے بھی روشناس ہوتے جو مادری زبان کے استعمال کے ساتھ ہی ممکن ہو سکتا تھا۔ اردو اور پنجابی کو مدارس میں مساوی موقع فراہم کرنے کے ضمن میں مظہر محمود شیرانی کا یہ بیان نہایت حوصلہ افزاء اور قابلٰ تقلید معلوم ہوتا ہے:

”پنجابی زبان کے نصابی لٹریچر کا جائزہ لیتے وقت ہم ایک نہایت غیر متوقع صورت حال سے دو چار ہوتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جہاں بچوں کے لیے پنجابی زبان ذریعہ تعلیم ہے۔ وہاں اردو بھی یہی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے بعد کے زمانے کا ذکر نہیں کر رہے ہیں بلکہ سکھا شاہی اور مغلیہ دور کا۔ یہ امر موجودہ نسل کے لیے باعث حیرت ہو، مگر مجھ کو اس صداقت کے اظہار میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اور صوبوں سے قطع نظر اردو زبان پنجاب میں قدیم سے ملکی زبان مان لی گئی ہے۔ ہمارے اسلاف کا رویہ اس مسئلے کے متعلق بالکل واضح اور قطعی تھا۔ انھوں نے پنجاب میں پنجابی کے ساتھ اردو کو فراموش نہیں کیا تھا۔ گویا پنجاب میں دو زبانیں ذریعہ تعلیم بنی رہیں۔ اس

نقطہ نظر سے انہوں نے ابتدا ہی سے پھوٹ کو دونوں زبانوں سے
واقف کرنا ضروری سمجھا تھا اور ان کی تعلیم میں دونوں قسم کے
نصاب شامل کر لیے تھے۔ چنانچہ پنجابی زبان کے مشہور
نصاب 'واحد باری' اور 'رازق باری' کے ساتھ ساتھ اردو کے
نصاب 'خالق باری' اور 'حمد باری' بھی درس میں پڑھائے جاتے
تھے۔" (۲۰)

مغلیہ دور اور سکھا شاہی میں مدارس میں اردو کے ساتھ پنجابی کی تعلیم کا بھی باقاعدہ اہتمام موجود تھا جس کا تذکرہ مظہر محمود شرائفی نے اوپر اقتباس میں کیا ہے۔ پنجاب میں اردو زبان کی مقبولیت میں وقت کے ساتھ اضافہ ہوتا رہا جس کی سب سے بڑی وجہ اس کے اندر علوم و فنون کی تعلیم کو ممکن بنانا تھا۔ اردو نصاب کے ساتھ پنجابی نصاب کو بھی برابر جگہ دینا ایک متوازن ذہن کی نشوونما کی طرف ایک اہم قدم تصور کیا جاسکتا ہے کیونکہ کسی بھی معاشرے کو اس کی اقدار اور تہذیب و ثقافت سے منسلک رکھنا بھی تعلیم کے بنیادی مقاصد میں شامل ہوتا ہے۔ پنجاب میں اردو کی نصاب سازی اور پنجابیوں کا تعاون مظہر محمود شرائفی کے اس اظہار سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے:

"اردو زبان اس صوبے میں اس قدر مقبول رہی ہے کہ خود اہل پنجاب نے اس زبان میں نصاب تیار کئے ہیں۔ ان میں سب سے قدیم مولوی اسحاق لاہوری کا ایک نصاب ہے جو بہ عہد شاہ جہاں ۷۱۰ھ کے قریب تالیف ہوتا ہے۔ مولوی اسحاق نے دونصب کلھے ہیں اور دونوں 'فرح الصیبان' کے نام سے موسم ہیں۔ ان رسالوں میں اگرچہ پنجابی زبان کا چھینٹا بعض موقعوں پر نظر آتا

ہے، لیکن اردو الفاظ کی کثرت ہے، اور تشریحی زبان فارسی ہے۔“

(۲۱)

اردو اور پنجابی میں لسانی اشتراک بدرجہ اتم موجود ہے۔ صرف و نحو، مصادر، اسمائے صفت، واحد جمع اور تذکیر و تانیث میں بھی دونوں زبانوں کے ما بین اشتراک موجود ہے۔ مصدر بنانے کے لئے فعل کے آخر میں ”نا“ کا لاحقہ لگاتے ہیں جیسے ”مار“ سے ”مارنا۔“ اسم صفت کے لئے اردو اور پنجابی میں صفت کے آخر میں ”ا“ کا اضافہ کرتے ہیں جیسے کالے سے کالا وغیرہ، واحد سے جمع بنانے میں بھی دونوں زبانوں میں اشتراک موجود ہے جیسے گھوڑا سے گھوڑے وغیرہ، اسی طرح فعل مستقبل کے لئے دونوں زبانوں میں ”گا“ کا استعمال کیا جاتا ہے۔^(۲۲)

ان مشترکات کی وجہ سے اردو اور پنجابی کو بولنا اور سمجھنا دوسرا زبانوں کی نسبت قدرے آسان ہے اور تھوڑی مشق کے بعد اس میں مہارت بھی حاصل کی جاسکتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں زبانوں کے ما بین ایسے مشترک عوامل موجود ہیں جن کے ذریعے دونوں زبانوں کو ایک دوسرے کے مزید قریب تر لایا جا سکتا ہے۔

اردو اور پنجابی میں لسانی حوالے سے مشترکات کا ذکر کریں تو سب سے پہلے دونوں زبانوں کے حروف تجھی میں یکسانیت و مطابقت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح دونوں زبانوں کا صوتی نظام بھی انہی حروف تجھی پر انحصار کرتا ہے۔ تلفظ اور صوتیات کے حوالے سے بھی دونوں زبانیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں جس کا واضح ثبوت اردو بولتے وقت پنجابی لمحے کے رنگ کا نمایاں ہونا ہے۔ دونوں زبانوں میں الفاظ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جو دونوں زبانوں میں مشترک موقع و حال کے مطابق استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر امجد علی بھٹی اردو اور پنجابی کے آپسی تعلق کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

”اردو اور پنجابی کا آپسی ربط قریبی، گہر اور حکم ہے۔ یوں کہیے اردو

اور پنجابی کی اصل و نسل و ساخت ایک ہی ہے اور رسم الخط نیز
ذخیرہ الفاظ میں بھی یکسانیت ہے۔”^(۲۳)

ایک خطے کی مختلف زبانوں میں اشتراک و اختلاف فطری امر ہے۔ اردو اور پنجابی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں۔ اس بحث میں پڑے بغیر کہ اردو نے پنجابی سے جنم لیا یا نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں زبانوں کے ماہین جو اشتراک کی فضا موجود ہے اسے مزید تقویت دی جائے۔ لسانی، خاندانی، صوتی و تہذیبی اعتبار سے دونوں زبانوں کے ماہین موجود مماثلوں کو اجاگر کیا جانا چاہیے تاکہ دونوں زبانوں کے بولنے والے ان کے ادب سے محفوظ ہو سکیں۔ اس ضمن میں دونوں زبانوں کے ماہین باہمی ترجم کا فروغ سب سے مفید ذریعہ ہے جس کے ذریعے دونوں زبانوں کے ادب کے دائرة کار کو وسعت دی جاسکتی ہے۔ تاریخی و تدریجی اعتبار سے اردو اور پنجابی کا باہمی تعلق مختلف علمی و لسانی مباحث کی زد میں رہا ہے جبکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اختلافات سے بالآخر ہو کر دونوں زبانوں کے فروغ اور بقاء کے لئے فطری عوامل کو برائے کار لَا کر مؤثر اقدامات اٹھائے جائیں۔

References:

- * PhD Scholar, Lahore Garrison University, Lahore.
- ** Professor, Head Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore
- 1. Muḥayyuddīn Qādri Zor, Syed, *Hidustāni Lisāniyāt*, (Lāhore: ‘Azīz Publishers, 1992), 40.
- 2. Ibid, 47.
- 3. Aḥmad Husain Quraishi, Dr., *Panjābi Adabiyāt ki Mukhtaṣar Tārīkh*, (Lāhore: ‘Azīz Book Depot, 1st Edition: 1964, 3rd Edition: 2002), 15.

4. In'ām ul Haq Jāved, Dr., *Panjābi Zabān o Adab ki Mukhtasar Tārikh*, (Islāmabad: Muqtaḍra Qaumi Zabān Pākistān, 1997), 7.
5. Salīm Khān Gimmi, *Panjābi Zabān da Irtiqa*, (Lāhore: Navīd Hafiz Press, 2nd Edition, 2020), 157-158.
6. Muḥammad Asif Khān, *Panjābi Boli da Pacchokar*, (Lāhore: Pākistān Panjābi Adabi Board, 1st Edition, 1996), 144.
7. Akhṭar J'afrī, Syed, Dr., *Dāstān Panjābi Zabān o Adab*, (Lāhore: Maktabah Jadīd Press, 2013), 23.
8. Mohan Singh Dīvana, Dr., *Punjābi Adab di Mukhtasar Tārikh*, (Lāhore: Sardār Har Kishan Singh Proprietor, Modern Publications, n.d.), 3-4.
9. Muḥammad Asif Khān, *Panjābi Boli da Pacchokar*, 135.
10. Hāfiẓ Maḥmūd Shīrāni, *Punjāb Main Urdū*, (Islāmābād: Muqtaḍra Qaumi Zabān, 1988), 103.
11. Muhayyuddīn Qādri Zor, Syed, *Hidustāni Lisāniyat*, 72.
12. Faqīr Muḥammad Faqīr, Dr., Bābā-e-Punjābi, *Panjābi Zabān o Adab ki Tārikh*, (Lāhore: Sang-e-Meel Publications, 2002), 40-41.
13. Mohan Singh Dīvana, Dr., *Panjābi Adab di Mukhtasar Tārikh*, 30.
14. Muhayyuddīn Qādri Zor, Syed, *Hidustāni Lisāniyat*, 49.
15. Shahbāz Malik, Dr., *Panjabi Lisāniyat*, (Lāhore: Azīz Book Depot, 3rd Edition, 1996), 134.
16. Sardār Muḥammad Khan, A.R. Khānum, Sodhanhār, *Panjābi Zabān*, (Lāhore: Pākistān Panjābi Adabi Board, 2017), 86-94.
17. Navīd Shahzad, Dr., *Punjāb ka Lisāni Mizāj*, (Lāhore: Dr. Faqīr Muḥammad Faqīr Research Chair, Punjabi Department, Punjāb University, 2018), 201-202.
18. Banārsi Dās Jane, Dr., *Punjābi Zabān te Ohdā Literature*, (Lāhore: Majlis Shāh Husain, 1st Edition, 1941), 21.
19. Ibid, 26.
20. Mazhar Maḥmūd Shīrāni, *Maqālāt-i-Hāfiẓ Maḥmūd Shīrāni* (Lāhore: Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, January 1966), 119-120.

21. Ibid, 122.
22. Aain ul Haq Farīd Koṭī, *Urdū Zabān ki Qadīm Tārīkh*, (Lāhore: Azīz Book Depot, 1996), 79-80.
23. Amjad Ali Bhaṭṭī, *Tanqīdi Fikariye*, (Lāhore: Fiction House, 2018), 149.

